سہ ماہی ادبی و تہذیبی مجلّہ
اذکار
کرناٹک اردو اکاڈمی، بنگلور

PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081

سہ ماہی ادبی و تہذیبی مجلّہ

مدیر اعلیٰ

خلیل مامون

مدیر

ڈاکٹر انیس صدیقی

کرناٹک اردو اکاڈمی بنگلور

AZKAR
QUARTERLY URDU LITERARY JOURNAL
ISSUE : 11
Editor-in-Chief : **Khaleel Mamoon**
Editor : **Dr. Anees Siddiqui**
Publisher : **Prof. S. M. Rahmat-ul-Haq**
Registrar, Karnataka Urdu Academy
Kannada Bhavan, J.C. Road, Bangalore.
PP.: 322+6, Year of Publication : June - 2009 , Price : Rs. 100/-

---

اذکار

شمارہ: 11 جون 2009

ناشر:
پروفیسر ایس محمد رحمت الحق
رجسٹرار کرناٹک اردو اکاڈمی بنگلور

تزئین وطباعت:
اعجاز اڈورٹائزنگ ایجنسی، گلبرگہ

قیمت : 100 روپئے

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:
کرناٹک اردو اکاڈمی، کنڑا بھون، جے سی روڈ، بنگلور - 560 002
فون/فیکس: 22213167 - 080

www.karnatakaurduacademy.org

میرا کے شیام

□ ترنم ریاض

''کس سے بات کرنی ہے۔؟''

فون پر جاذب سی نسوانی آواز سن کر صبیحہ نے پوچھا۔

''جی۔آپ ہی سے۔''

آواز میں ہلکی سے کھنک شامل ہوگئی۔

صبیحہ آواز کو بخوبی پہچانتی تھی۔ یہ وہ آواز تھی جس کی وجہ سے اسے عجیب عجیب تجربے ہوئے تھے۔ مختلف حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا اور خود صاحبۂ آواز کو اس نے مثبت اور منفی دونوں صورتوں میں ثابت قدم دیکھا تھا۔ ایسی ثابت قدمی کو صبیحہ نادانی بلکہ دیوانگی کہتی تھی۔ یا کچھ ایسی یکسوئی کہ سوائے ایک شئے کے انسان ہر دوسری چیز سے اس درجہ بے نیاز ہو کہ خود اپنی پرواہ رہے نہ دوسروں کی۔ دوسروں میں تقریباً سب ہی آتے تھے والدین، اساتذہ، طلباء و طالبات، اسکول کا عملہ اور ایک انسان کو چھوڑ کر ہر کوئی...... بلکہ اس انسان سے متعلق لوگ بھی۔

اور یہ سلسلہ کوئی چار برس سے جاری تھا۔

ایک دن صبیحہ کو عمران کے اسکول کی طرف سے فون پر صبح آٹھ بجے معہ اپنے شوہر کے اسکول پہنچنے کی ہدایت ملی تھی۔

عمران کے گھر پہنچنے پر صبیحہ نے اس سے اسکول بلائے جانے کی وجہ دریافت کی تو اس نے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ لیکن صبیحہ نے اس کے محض چودہ سالہ معصوم سے چہرے پر پریشانی کے سائے لہراتے دیکھ لیے تھے۔ جنہیں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہوا وہ اپنے کمرے میں گیا تھا۔

شام کو صبیحہ نے فون کے بارے میں عادل سے کہا تو وہ بھی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر دونوں میاں بیوی قیاس آرائیاں کرتے رہے۔ پھر عادل نے بیٹے سے دریافت کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ معمول سے پہلے ہی سو چکا تھا۔

دوسری صبح، صبیحہ اور عادل اسکول کے جس ہال میں اندر بلائے جانے کے منتظر تھے، وہاں دوسری طرف دو اور لوگ ان کے آنے کے کچھ دیر بعد آ بیٹھے تھے۔ مرد سانولا درمیانہ قد اور خوش لباس تھا اور عورت گورے رنگ کی بھلے سے چہرے والی خاتون تھی جو صبیحہ کی ہی طرح پریشان سی تھی۔ اور رہ رہ کر اپنے (غالباً) شوہر سے اسی بارے میں بات کر رہی تھی کہ اسکول بلائے جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس کا شوہر سر ہلا کر رہ جاتا اور زبان سے کچھ نہ کہتا۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکی جس کی عمر تیرہ چودہ برس کی رہی ہوگی ان کے پاس آئی تو عورت نے پریشان تاثرات کے ساتھ اسے دیکھا۔

''بتا دے اب بھی...... کیا بات ہوئی ہے؟''

اس نے لڑکی کے ماتھے سے بال ہٹائے۔ لڑکی کے بال سنہرے تھے۔ جلد سنہری مائل گوری تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور قدرے سہمی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ جیسے ابھی ابھی کسی نے اسے ڈانٹ دیا ہو۔ بھرے بھرے چہرے پر چھوٹی سی ناک جس کا رخ ذرا سا اوپر کو تھا، اس کے چھوٹے سے دہانے کے گول چہرے پر نہایت جاذب نظر آتی تھی۔ نازک سی گردن پر سنہرے بال گہرے ہرے رنگ کے چھوٹے سے ہیر بینڈ میں پھنسے تھے اور گردن کے دونوں اطراف آ کر کالر والی سفید قمیض کو چھو رہے تھے، جہاں گہرے سبز رنگ کی ٹائی میں ڈھیلی سی گرہ پڑی ہوئی تھی۔ اس نے آستینیں کہنیوں تک سمیٹ رکھی تھیں۔ اپنی گوری سڈول کلائی میں سے سونے کا نازک سا بریس لیٹ اتارتے ہوئے اس نے عورت کو ایک نظر دیکھا اور سرنفی میں ہلا دیا۔

''کہا نا ماماں...... مجھے کچھ نہیں معلوم''

اس نے انگلی میں پڑی انگوٹھی بھی اتار دی اور دونوں چیزیں ماں کی گود میں رکھ دیں۔

''پرس میں رکھ لو ماں...... یوں ہی ڈانٹیں گے۔''

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور صبیحہ اور عادل کو دیکھ کر ذرا سا ٹھٹھکی تھی کہ اتنے میں عمران آ کر دروازے کے باہر کھڑا ہو گیا۔ لڑکی نے اسے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ بھی نہ پائی تھی کہ آنکھوں میں خوف کے سائے سے لہرانے لگے۔ عمران نے اسے دیکھا اور پھر آنکھیں ہلکی سی میچ کر سر کی خفیف سی جنبش سے نفی کا اشارہ کیا تو وہ مسکراتی ہوئی دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اپنے 'فکر کی کوئی بات نہیں' کے اشارے کے رد عمل میں لڑکی کو مطمئن ہوتا دیکھ عمران بھی مسکرا دیا تھا۔

صبیحہ یہ منظر سیاہ فلم لگے شیشے کے دروازے سے باہر بغور دیکھنے سے ہی دیکھ پائی تھی۔ پھر صبیحہ نے یہ بھی دیکھا کہ کچھ دیر پہلے سہمی ہوئی ہرنی سی آنکھوں والی لڑکی نے عمران کو دیکھ کر شانے اچکاتے ہوئے ہاتھ ہلکے سے پھیلائے اور سر جھٹک کر ہنس دی جیسے کہہ رہی ہو کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

کچھ منٹ بعد چار بالغ اور دو نابالغ لوگ وائس پرنسپل کے کمرے میں کھڑے تھے۔

لڑکی کا نام چاندنی شرما تھا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے پھر سے واضح ہو گئے۔ اس نے آستینوں کی سلوٹیں کھول کر کلائیوں پر بٹن بند کر لیے تھے۔ کالر والی سفید قمیض کے اوپری کھلے بٹن کے قریب جہاں سبز ٹائی کی ڈھیلی گرہ بندھی تھی، پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمک رہی تھیں۔ وہ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے سر جھکائے اپنے جوتوں کو دیکھ رہی تھی۔

عمران اس سے کچھ فاصلے پر گردن اٹھائے آنکھیں نیچی کیے دونوں ہاتھ پیچھے باندھے سیدھا کھڑا تھا۔

''بیٹھیے مسز شرما'' وائس پرنسپل نے کہا۔

''آپ لوگ بھی بیٹھیے'' انھوں نے عادل کی طرف دیکھا۔

''ہاں تو عمران فاروقی...... بتایا پیرنٹس کو......''

عمران ایک قدم ان کی طرف بڑھا اور اٹین شن میں کھڑا ہو گیا۔

''No sir......'' اس نے سر اوپر اٹھا کر جھکا لیا۔

'We did not do any thing sir''

وہ دھیرے سے بولا۔

''Shutup...... سب لوگ غلط ہیں...... اور ایک تم سچے ہو......''

وائس پرنسل گرجے۔

''مسٹر فاروقی...... یہ دونوں کل بریک کے بعد بھی پی ٹی گراؤنڈ میں بیٹھے تھے اور وہ

period ان دونوں نے Bunk بھی کیا تھا...... تقریباً آدھی سے بھی زیادہ کلاس ختم ہونے کو تھی کہ یہ لڑکا آیا...... اور یہ لڑکی...... اس سے ایک کلاس پیچھے ہے...... 8th میں...... بھلا کیا لینا دینا......''

انھوں نے سر جھٹکا۔''

''And do you know...... ہاتھ میں ہاتھ ڈالے......''

''No Sir......No Sir...... وہ ریلنگ ادھر سے...... جہاں سے Short Cut ہے سر...... اونچی تھی...... تو چاندنی نے میرا ہاتھ پکڑا تھا...... اترنے کے لیے......''

عمران نے جلدی سے کہا۔

''اور اسی وقت چھوڑ دیا تھا سر......''

چاندنی جھٹ سے بولی۔

''Sorry Sir'' وہ دونوں ایک ساتھ بولے۔

''This should'nt happen in future...... آپ لوگوں کو ہم نے اسی لیے بلوایا ہے کہ یہ بات repeat نہ ہو۔ اسکول کا ماحول خراب نہ ہو...... اور بچے یہاں پڑھنے آتے ہیں...... یہ کوئی بات ہے......؟ written دو تم دونوں...... کہ دوبارہ ایسا نہیں ہوگا...... ہوا تو دونوں کو suspend کر دیں گے...... سمجھے......''

''Yes Sir''

دونوں کاغذ کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ کتابوں کے بستے وہ اپنی اپنی کلاس میں چھوڑ آئے تھے۔ وائس پرنسپل نے اپنے پی اے سے انھیں کاغذ کا ایک ایک ورق دینے کو کہا۔ صبیحہ نے پرس میں سے قلم نکالا تو چاندنی نے ہاتھ بڑھایا اور صبیحہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ صبیحہ کو معصوم سے چہرے پر اپنایت اور التجا کی عجب آمیزش نظر آئی تو ہونٹوں پر آرہی مسکراہٹ کو اس نے بڑی کوشش سے قابو میں رکھ کر قلم اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

باہر آکر والدین لوگ آپس میں کچھ جھینپے جھینپے سے متعارف ہوئے، جیسے کہ سب اپنی جگہ خود کو مجرم تصور کر رہے ہوں۔ چاروں نے مل کر بچوں کو کچھ سمجھایا...... کچھ ڈانٹا بھی۔

بچوں کو اپنی اپنی جماعتوں کو لوٹنا تھا۔ بچے چلے گئے تو وہ چاروں کار پارکنگ تک ساتھ چلتے چلتے ایسے گھل مل گئے جیسے پرانے دوست ہوں۔ مگر ایک دوسرے سے اپنے اپنے بچے کی غلطی پر ندامت ظاہر کر کے معافیاں بھی مانگ رہے تھے اور آگے ایسا نہ ہونے کا یقین بھی دلا رہے تھے۔ ساتھ ہی اس بہانے

اچھے لوگوں سے ملاقات ہوجانے کے لیے ایک دوسرے کے تئیں مسرت کا اظہار کیا گیا بلکہ اس تعارف کے لیے بچوں کی ممنویت کا ذکر بھی ہوا۔

اس 'اینکاونٹر' کے بعد کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ صبیحہ فون اٹھاتی تو کوئی اس کی آواز سنتے ہی سلسلہ منقطع کردیتا۔ اس بات سے اسے عادل پر شک ہونے لگا کہ شاید کوئی عورت......

وہ نہیں جانتی تھی کہ عادل کے ساتھ بھی ایسا ہورہا ہے۔ اور ایک اتوار کی دوپہر جب عادل اپنے کسی خیالی رقیب کو اونچی آواز میں کھری کھری سنا رہا تھا تو وہ شرمندہ سی کمرے میں دبکی رہی کہ اس نے عادل پر بلاوجہ شبہ کیا اور اب جانے عادل کیا سمجھ رہا ہوگا۔

عادل نے فون لائن پر نمبر شناخت کرنے والا آلہ لگوایا تو Blank Calls آنا یکسر ہی بند ہوگئیں۔

ادھر عمران فون پر گھنٹوں باتیں کرنے لگا تھا۔ اس وجہ سے کئی ضروری کام رہ جاتے۔ ڈانٹ کھا کر بھی فون نہ چھوڑا جاتا۔ بس ماں......دو منٹ اور......میرا ایک دوست ہے......ہوسٹلر ہے......وہ بہت بیمار ہے......اس کے Room Mate کے ساتھ discuss کررہا ہوں کہ اس کے parents کو inform کریں......یا"

وہ بھول پن سے بتاتا اور صبیحہ پریشان ہوجاتی اور سب کام بھول کر بیمار لڑکے کے بارے میں مزید دریافت کرتی۔ ایسے عجیب عجیب حادثے اب اکثر سننے میں آتے تھے۔

کبھی کسی دوست کا ایکسیڈنٹ میں پاؤں زخمی ہوجاتا اور عمران اس کی مزاج پرسی کے لیے جانے کی وجہ سے گھر دیر سے پہنچتا اور کبھی پریکٹیکل کرتے کرتے اسکول کی بس نکل جاتی اور گاڑی بھجوانی پڑتی۔

بات اسی وقت کھلی جب اسکول کے receipton سے مزید فون آنے لگے اور گھر میں شکایت نامے بھی پہنچنے لگے۔

......کل آپ کا بیٹا اور چاندنی......چھٹی کے بعد اسکول کے پھاٹک کے پاس زینے پر بیٹھے ایک گھنٹہ باتیں کرتے رہے۔

......آپ کے بیٹے نے گیٹ کیپر کے ساتھ بدتمیزی کی۔ اس نے صرف اسکول میں رکنے کی وجہ پوچھی تھی......

......آپ کے بیٹے نے چاندنی سے جھگڑنے پر ایک لڑکے کو تھپڑ مارا......

......آپ کے بیٹے نے ہوسٹل کے لڑکوں سے لڑائی کی......

......آپ کے بیٹے نے اس ہفتے حساب کی کوئی کلاس اٹینڈ نہیں کی......

......آپ کے بیٹے نے کلاس ٹیچر کے ساتھ بحث کی......

......آپ کا بیٹا اسٹاف پارکنگ کے پیچھے چاندنی کے ساتھ کوک پی رہا تھا وغیرہ۔

اس بیچ عادل نے دو ایک دفعہ عمران کو تھپڑ لگائے تھے اور عاق کرنے کی دھمکی دی تھی۔

اور چاندنی سے ماں نے بات کرنا تقریباً چھوڑ دیا تھا۔

صبیحہ سے مسز شرما کی بات ہوا کرتی تھی۔

بچوں پر کسی سزا یا دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ سال میں دو تین بار چاروں والدین کا اسکول میں حاضر ہونا ناگزیر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ معاملہ پرنسپل تک پہنچ گیا۔

وہ مجرمین کی طرح شرمسار سے پرنسپل کے سامنے پیش ہوئے۔

''تین سال سے تم لوگوں کو سمجھا رہے ہیں...... یہ اسکول ہے یہاں نظم و نسق کی پابندی لازمی ہے۔......''

پرنسپل سر جھکائے اپنے کاغذوں کو دیکھتے ہوئے نرمی سے کہتے۔

''Sir...... یہ Co-ed ہے تو بچے...... آپس میں بات تو کریں گے ہی...... اور خدانخواستہ کوئی غلط بات تو نہیں ہوئی آج تک ...... ہاں...... یہ ڈسپلن کی بات تو ہے ہی Sir...... اب یہ بڑے ہو رہے ہیں...... ایسی حرکت دوبارہ نہیں کریں گے......''

صبیحہ سر جھکائے عمران کے پیروں کی طرف ایک نظر پھینکتی۔

''ہمیں اپنی بیٹی پر پورا Confidence ہے سر...... اب ایسا نہیں ہوگا......''

مسز شرما چاندنی کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتی۔

''ہمیں بھی اپنے Students پر پورا بھروسہ ہے...... یہ اچھے شہری بنیں گے...... اسکول کا نام روشن کریں گے...... بس اپنی Class کبھی bunk نہ کریں...... discipiline کا خیال رکھیں...... اور کیا چاہیے ایک ٹیچر کو...... God bless you....go'' پرنسپل سب کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرائے اور اپنے کاغذوں پر جھک گئے۔

معاملات کچھ سلجھتے نظر نہیں آ رہے تھے۔

''صبیحہ جی...... آج میرے کو پتہ ہے کیا کہتی ہے......''

مسز شرما کی آواز جنھیں اب صبیحہ کافی وقت سے سندھیا جی بلاتی تھی فون پر گونجی۔

''جی......کون چاندنی کہتی ہے......؟''

صبیحہ بولی۔

''ہاں جی اور کون......آج میرے کو کہتی ہے...... مجھے برتھ ڈے present میں عمران چاہیئے۔میرے پیروں سے تو جمین کھسک گئی۔''

''اور کیا......اس کے پاپا سنیں گے تو مار ڈالیں گے......''

''پیار سے سمجھایئے نا......کہ ایسی باتیں نہیں کہتے......''

''کہاں مانتی ہے صبیحہ جی...... کہتی ہے میں نئی ڈرتی کسی سے......بول دو چاہے پاپا کو......اب بتایئے کیا کروں......''

''یہ تو بہت بری بات ہے۔عمران بھی بدتمیز ہو رہا ہے آج کل......فون کرنے پر بحث شروع ہو جاتی ہے......کتاب تو میں دیکھتی ہی نہیں اس کے ہاتھ میں کبھی......''

کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی۔

''اب تو ہائی اسکول ہے......فیل نہ ہو جائے کہیں......''

صبیحہ نے ٹھنڈی سانس بھری

''......اب آخر ہوگا کیا......''

سندھیا نے پوچھا۔

''پتہ نہیں......خدا ان کو عقل دے......میں تو خود ہی ہار گئی ان بچوں سے......''

''کیا کریں جی......بچے تو بچے ہیں......مگر یہ اب جمانہ بالکل بدل گیا ہے...... پہلے تو اپنے منھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا شادی کی......اور اب دیکھو......''

سندھیا پنجابی لہجے میں جب اردو بولتی تو صبیحہ کو بہت اچھا لگتا۔ایک عجیب سادگی بھری متانت سی اس کی باتوں میں محسوس ہوتی جس کی صبیحہ قدر کرتی تھی۔

''آپ فکر نہ کیجئے سندھیا جی......سب ٹھیک ہو جائے گا......''

''آپ کو پتہ ہے......آپ کی بھاشا نا......میرے کو بہت اچھی لگتی ہے......''

''اور مجھے آپ کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں......''

اسکول سے اب بلاوے کم اور شکایت نامے زیادہ آنے لگے اور ہر شکایت نامے کے بعد صبیحہ اور سندھیا کی ٹیلیفون پر باتیں ہوتیں۔

ان دنوں اسکول میں Annual Day کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ دونوں بچے بھی کچھ مصروف تھے۔ چاندنی خوش گلو تھی اور عمران اداکاری اچھی کر لیتا تھا۔

صبیحہ نے سکھ کا سانس لیا کہ فون پر ان کی گھنٹوں کی باتیں کچھ کم ہوئیں...... عمران مختلف ملبوسات پہن کر اسکول جاتا...... کبھی میک اپ کا سامان کبھی انگریزی ٹوپی ساتھ لی جاتی۔ لمبے لمبے جوتے اور گلوبند وغیرہ خریدے گئے۔ مصروفیات بھی بڑھتی گئیں۔

ادھر کئی دن صبیحہ کی سندھیا سے بات نہیں ہوئی تو صبیحہ نے فون ملایا۔

"بڑی لمبی عمر ہے آپ کی...... میں تو آپ کو ہی یاد کر رہی تھی۔ سوچتی تھی ذرا free ہولوں تو بات کروں......"

"دیکھئے نا دل کو دل سے راہ ہوتی ہے......"

صبیحہ نے نرمی سے کہا۔

"دل کو کیا ہوتی ہے......"

سندھیا نے نہایت سادگی سے پوچھا تو صبیحہ نے بڑی محبت سے سارا معاملہ سمجھایا جسے سن کر سندھیا ہنس دی۔

"آپ کو پتہ ہے...... اس دن جب ہم نے اسکول میں دیر تک رکنے سے منع کیا تو رو پڑی تھی کہ Rehearsal چل رہے ہیں...... دو پلیٹیں اٹھا کر دے ماریں...... جمین پر...... اتنی اچھی میری کراکری......"

وہ اطلاع دینے والے مخصوص لہجے میں بولی اور زور سے ہنسی۔

"پتہ ہے مجھے، اس کے پاپا کیا کہتے ہیں...... کہتے ہیں......"

وہ قہقہوں کے درمیان رک رک کر بولتی گئی۔

"بولتے ہیں کہ میرے باپ نے بڑی گلتی کی پاکستان چھوڑ کر ادھر آ گیا...... اگر میری اولاد نے ادھر یہ ہی کرنا تھا تو فر پاکستان کیا برا تھا......"

وہ پل بھر کو رکی۔

"پتہ ہے صبیحہ جی...... بھگوان جانتا ہے...... یہ دھرم کی بات بیچ میں نہ ہوتی تو...... میں نے نا...... ابھی سے آپ سے اپنی بٹیا کے لیے......"

"آپ بھی یقین کیجئے کہ یہ مذہب کا معاملہ نہ ہوتا تو میں بھی...... جھولی پسار کر آپ کی بٹیا کا ہاتھ

مانگ لیتی......اور ساری عمر اسے سینے سے لگائے رکھتی......''

صبیحہ نے دھیرے سے جملہ مکمل کر لیا۔

اینول ڈے کی تقریبات کے بعد فون کا سلسلہ کچھ اور کم ہو گیا۔

صبیحہ کو احساس بھی ہوا کہ فون کو گھنٹوں خاموش دیکھ کر وہ سوچوں میں ڈوب سی جاتی تھی۔

جب صبیحہ کو یقین ہو گیا کہ بچے آپس میں بات نہیں کر رہے ہیں تو اس نے سندھیا سے معلوم کرنے کا فیصلہ کیا، مگر خود سندھیا نے یہی بات دریافت کرنے کے لیے فون کیا۔ معلوم ہوا کہ چاندنی نے کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا اور عمران بھی گھر میں کچھ چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرنے لگا تھا۔ بہانے بنا کر روتا تھا۔ نہ کھانا ہی برابر کھاتا تھا وغیرہ۔ اس طرح کی گفتگو کے بعد ماؤں نے ادھر ادھر ٹیلی فون کھڑکھڑائے۔ کچھ وجہ معلوم نہ ہوئی۔ مگر پھر تین چار روز کے اندر اندر فون والا سلسلہ بحال ہو گیا اور نہ صرف ماؤں نے بلکہ والد صاحبان نے بھی سکھ کا سانس لیا کہ جانے کب ان دونوں کے اس تعلق نے والدین کے دلوں میں ایک جگہ بنالی تھی۔

''اس کے پاپا بھی پوچھ رہے تھے کہ بچوں میں جھگڑا تو نہیں ہوا......''

سندھیا نے یہ بات فون پر بچوں کی موجودہ حالت کی نوعیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے دوبارہ کہی تھی جسے سن کر صبیحہ اداسی سے مسکرا دی تھی۔

''ہاں......عادل بھی یہی پوچھ رہے تھے......''

وہ بولی تھی۔

مگر ادھر فون پر باتوں کے درمیانی وقفے کچھ زیادہ ہو گئے اور باتوں کا وقت کچھ کم۔ شاید چشمک ابھی باقی تھی۔ صبیحہ سوچا کرتی۔

''چاندنی کو کسی نے بتایا تھا کہ عادل کسی لڑکی سے باتیں کرتا تھا۔''

سندھیا نے فون پر کہا۔

''بعد میں پتہ چلا کہ غلط فہمی تھی......جو فر دور ہو گئی تھی۔''

''چلیے اچھا ہوا......ہنسنا بولنا چھوڑ دیتے ہیں بچے تو......''

''میرا تو صبیحہ جی سارا گھر ہی دکھی لگ رہا تھا۔''

''بچے شاید سمجھدار ہو گئے ہیں اب......فون پر باتیں کم ہوتی ہیں۔''

''Exams بھی تو آ رہے ہیں ان کے......''

''ہاں......یہ تو ٹھیک ہے......شاید اسی لیے......''

صبیحہ کہتی۔

امتحانات شروع ہو کر ختم ہو گئے۔ مگر فون دھیمی رفتار سے ہی ہوتے رہے۔ ادھر اسکول سے بھی کوئی شکایت نہ آئی۔

شاید عمر کے ساتھ ساتھ بچے احساس ذمہ داری اور فرائض کی اہمیت سمجھ رہے تھے۔ مگر کبھی کبھی صبیحہ اداس سی ہو جاتی کہ اب سال ڈیڑھ سال سے چاندنی صبیحہ کی آواز سن کر فون کا سلسلہ منقطع نہیں کرتی تھی۔

''آنٹی......میں عمران سے بات کرلوں......؟''

میٹھی سی پیار سے لبریز آواز میں وہ گھنگھروؤں کی سی کھنک لیے عجب انداز میں التجا سی کرتی تو صبیحہ کا ممتا بھرا دل اس کے لیے محبت سے چھلک چھلک جاتا۔

''ہاں بیٹا......ایک منٹ......''

وہ مختصر سا جواب دیتی۔

اب کئی روز سے صبیحہ نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ ٹیلی فون کا ایک کنکشن عمران کے کمرے میں بھی لگ گیا تھا اس کا کمپیوٹر بھی وہیں تھا۔ اب اسی نمبر پر فون کرتی ہوگی چاندنی۔ پھر اب چاندنی کے پاس موبائل بھی ہے۔ صبیحہ مسکرا کر سوچتی۔

نئی جماعت کے فارم بھرنے والے دن سندھیا اور صبیحہ کی اسکول میں ملاقات ہوئی تھی۔

صبیحہ جی......میں تو چاندنی کی فوٹو لائی ہی نہیں......عمران کہاں ہے......؟''

سندھیا نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

''میں نکلی تو سو رہی تھی......بتایا بھی نہیں کہ فوٹو چاہیئے......''

''ابھی آرہا ہے......''

صبیحہ کا گھر اسکول سے زیادہ دور نہ تھا۔ وہ بھی مسکرا کر بولی۔

''سمجھ گئی میں......''

صبیحہ کو ہنسی آگئی تو سندھیا بھی قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

''ہے نا Short Cut......اس کے پاس تو جرور ہوگا......فون کر کے بتا دیں اسے کہ چاندنی کا ایک فوٹو لیتے آنا......''

اس پر دونوں ہنستی رہی تھیں۔ پھر ساتھ ساتھ کینٹین جا کر کافی بھی پی۔

ان دنوں صبیحہ نے فون پر ایک نئی آواز سنی۔

"Hello may I please speak to Imran"

کسی لڑکی نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا۔

"Who is that?"

صبیحہ نے پوچھا تو اس نے اپنا نام بتائے بغیر اسی مضبوطی سے کہا کہ وہ اس کی دوست ہے۔

خیر یہ پبلک اسکول کا کلچر۔ دوستی تو ہوتی ہوگی Students میں ہلکی پھلکی۔

وہ اپنے آپ سے کہتی۔

کئی دن سے اس کی سندھیا سے بھی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

پھر ایک دن اسکول کے اوقات میں سندھیا کا فون آیا تھا۔

''چاندنی اسکول میں بے ہوش ہوگئی تھی......عمران سے اس کا جھگڑا ہوگیا تھا......اس کی فرینڈس نے فون کیا تھا......اور اسے ہوش میں لایا......اسکول بس میں بٹھایا......جرا پوچھنا تو صبیحہ جی......عمران آ گیا کیا......کیا ہوا تھا......''

سندھیا نے ایک ہی سانس میں کہا۔

''نہیں......تو......ابھی نہیں آیا......آپ مجھے چاندنی کا سیل نمبر دے دیں میں بات کرتی ہوں اس سے......''

صبیحہ نے چاندنی کو فون کیا تو وہ کانپتی ہوئی آواز میں ہیلو بولی تھی۔ اور پھر خاموش سسکتی رہی تھی۔

''کیا ہوا میری بٹیا......''

صبیحہ کے بیٹی نہیں تھی۔ اس نے بے چینی سے پوچھا۔ پہلے اس نے اس طرح کبھی چاندنی کو مخاطب نہیں کیا تھا۔ اسکول کی ملاقاتوں میں انہیں ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کے والدین فلمی ویلن کی طرح نظر آتے ہوں گے......چاندنی نہیں جانتی تھی کہ صبیحہ اس سے محبت کرتی تھی۔ اور شاید چاندنی کی سسکیاں سننے سے پہلے خود صبیحہ پر بھی یہ بات واضح نہیں تھی۔

''بہت......دنوں سے......Ignore......مار رہا تھا۔ آج اس نے مجھے get lost کہا۔ بہت جور سے ڈانٹا......اور کہا جو مرجی کر''

وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔

''کیوں......؟''

صبیحہ نے پوچھا۔

''کچھ نہیں آنٹی......میں نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے کانچ پر اپنا ہاتھ دے مارا تھا......''

''وہ کیوں بٹیا......؟ کیوں مارا تھا ہاتھ ٹوٹے ہوئے کانچ پر......''

صبیحہ نے جلدی سے پوچھا۔

''وہ سیما سے باتیں کر رہا تھا......ایک نئی لڑکی آئی ہے......ساری break میں اس کے ساتھ تھا......میرے کو بہت برا لگ رہا تھا......پھر رن کر آیا تھا بھاگا ہوا......میرے ہاتھ پر رومال باندھا اور مجھے ڈانٹ کر چلا گیا......''

اس نے ہچکی لی۔

''وہ بدل گیا ہے آنٹی......''

وہ رو پڑی۔

''وہ مجھ سے پیار نہیں کرتا۔ بے وفائی کر رہا ہے میرے سے وہ......''

''نہیں......میری گڑیا......روتے نہیں......غصہ آ گیا ہوگا اسے۔تم نے اپنا ہاتھ جو زخمی کر لیا تھا''

صبیحہ نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔مگر اسے حیرت بھی ہو رہی تھی کہ چیزیں کتنی دور تک چلی گئی تھیں۔

''سچی آنٹی......؟؟''

اس نے معصومیت بھری بے اعتباری سے پوچھا۔ اتنی سی عمر میں اتنے بڑے مسئلے پال لیتے ہیں بچے۔صبیحہ نے سوچا۔

''ہاں اور کیا......''

صبیحہ نے یقین سے کہا۔

''یہاں بس میں بہت شور ہے......میں گھر پہنچ کر آپ کو فون کروں گی''

بس کے شور میں اس کی آواز دب گئی۔

صبیحہ نے سندھیا کو فون کر کے ساری بات بتائی اور پریشان نہ ہونے کی تلقین کی۔

پھر سارا دن صبیحہ چاندنی کے فون کا انتظار کرتی رہی مگر اس کا فون نہیں آیا۔صبیحہ اتنی رنجیدہ ہوگئی تھی کہ خود اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ اتنی زیادہ پریشان کیوں ہو رہی ہے۔

وہ سونے کے لیے لیٹی تو اسے بار بار یہ ہی خیال آتا کہ چاندنی اس کے بے وفا بیٹے کو یاد کر کے

رو رہی ہوگی۔مگر ضروری نہیں کہ وہ بے وفا ہو۔ وہ اس سے کیوں بے وفائی کرے گا۔

وہ خود سے پوچھتی۔

مرد ہے نا......اس کی محبت کی بہتات سے وقتی طور پر کچھ لاپرواہ ہوگیا ہو......یکسانیت سے گھبرا اٹھا ہو......مگر ایسے کیسے وہ دل دکھا سکتا ہے اس کا......کچھ مہینے ہی اور ہیں اس کے اسکول میں......پھر جانے کون کہاں جائے...... مستقبل تو صرف خدا جانتا ہے مگر وہ چاندنی سے ایسا سلوک نہیں کرسکتا......

صبیحہ کی آنکھوں میں چاندنی کا چہرہ گھوم جاتا۔

لیکن چاندنی کو خوش رہنے کے لیے اس کے سہارے کا محتاج نہیں رہنا چاہیے۔ایسے تو......وہ کہیں اپنے آپ کو کچھ......اس نے فون بھی نہیں کیا......کہیں وہ رو نہ رہی ہو......وہ سو بھی نہیں پا رہی ہوگی......گھر میں کوئی نہ جانتا ہوگا کہ ایک ننھی سی روح کتنی بے سکون ہے......کروٹیں بدل بدل کر اس کے ریشمی بال الجھ الجھ گئے ہوں گے......اس کے معصوم اور محروم دل سے آہیں نکل نکل کر اس کی نیند جلا رہی ہوں گی......وہ سراپا محبت ،نفرت کیسے سہے گی......مرجائے گی غریب......

صبیحہ رو پڑی۔

یہ کیا ہوگیا...... یہ تم کیا کر رہے ہو عمران......

صبیحہ اسے سمجھا بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اپنی سی کرتا تھا اور رو دھو کر شور مچا کر اپنی بات منوالیتا تھا۔

اس دن آدھی رات کو چاندنی کا فون آیا۔

''مجھے آپ ہی سے بات کرنی ہے آنٹی......''

معصومیت اور محبت کی کھنکھتی ہوئی آمیزش والی مانوس آواز آئی۔

''Sorry آپ سو رہے تھے''

''نہیں......میری گڑیا تم ٹھیک ہونا؟''

صبیحہ نے نہایت محبت سے کہا۔

''ہاں جی آنٹی......''

اس بار اس کی آواز اداس سی ہوگئی۔

''کیا ہوا بٹیا......کیا ہوا ہے۔''

صبیحہ نے پوچھا۔مگر چاندنی کی آواز رندھ گئی۔وہ کچھ نہ بول سکی۔اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں سنائی دیں۔

''روؤ نہیں بٹیا.....تم بتاؤ تو سہی.....''

صبیحہ کی آواز رنجیدہ ہوگئی۔

''آنٹی.....وہ اب مجھ سے ویسے نہیں ملتا.....جیسے جیسے.....پہلے.....''

وہ سسکتی رہی۔

''اوہ.....کب سے.....''

صبیحہ کا دل بجھ سا گیا۔

''کئی دن ہو گئے.....ایک مہینہ.....نہیں.....بہت سے مہینے.....''

وہ بلک بلک کر روتی رہی۔

''وہ.....اب بدل گیا ہے.....''

''وجہ کیا ہوئی.....''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا.....میں نے تو اسے اتنا پیار دیا.....کہ وہ پیار کی کوئی کمی محسوس نہ کرے.....آپ لوگ اس سے ناراض رہے تھے نا پہلے.....اسی لیے.....میں نے وہی کیا جو اس نے کہا.....کہا جینز مت پہنو.....میں نے چھوڑ دی.....کہا کسی لڑکے سے اسکول میں بات نہ کرو میں نے کبھی نہیں کی.....اس کے لیے.....اس کے پیر میں موچ آئی تو میں ورت رکھے.....خدا حافظ.....انشاءاللہ اور آمین کہنا سیکھا.....''

وہ بے اختیار اپنے دل کی باتیں بتاتی گئی۔اس کی معصوم باتوں سے صبیحہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی مگر آنکھیں نم ہو اٹھتیں۔

''سب سو گئے تو میں نے.....فون کیا.....کہ کوئی میری حالت نہ دیکھے۔مماں سے کہا کہ سب ٹھیک ہے.....بہت دیر کر دی میں نے''

''نہیں بیٹا.....ایسا کچھ نہیں ہے.....''

صبیحہ نے جلدی سے کہا۔

کتنی بے بس تھی وہ ننھی سی جان.....غم کا پہاڑ اٹھائے۔

''تم جب چاہو.....چاہے آدھی رات ہو.....فون کرلو.....میں تو خود تمہاری وجہ سے بہت پریشان ہو رہی تھی.....جاگ رہی تھی میں بھی.....''

''اچھا.....؟.....اب پتہ ہے میری فرینڈس کیا کہتی ہیں.....کہ تم نے اسے زیادہ لفٹ دی

ہے...... وہ سر چڑھ گیا ہے......کہتی ہیں بھول جاؤ اسے، مت بات کرو اس سے ......میں یہ کیسے کروں......اس نے آج تک میرے کو جتنے flowers دیئے ہیں......میں سب اپنی almira میں سجا کر رکھے ہیں......اس کی ہر چیز...... ہر gift...... ہر بات سے اس کی یاد آتی ہے......''

وہ رو پڑی۔

''نہیں بٹیا......روؤ نہیں......میں بتاتی ہوں کہ تم......''

''کوئی گانا بجتا ہے تو وہ یاد آتا ہے......گھر میں روتی رہتی ہوں......سارا اسکول جانتا ہے......سب پوچھتے ہیں۔ اکیلا دیکھتے ہیں تو پوچھتے ہیں عمران کہاں ہے......میں کیا کہوں کیا کروں......میں مہینوں سے نہیں سوئی......میں......میں آتم ہتیا کرلوں گی......''

''سنو......سنو بٹیا میں تمہیں ایک بڑی ضروری بات بتاتی ہوں......''

''آنٹی......میری friends نئی نئی چیزیں مانگتی ہیں Parents سے......میں صرف عمران مانگتی ہوں......ان سے......God سے......پھر میرے ساتھ ایسا......''

''اگر تم بٹیا میری بات سنو تو میں کچھ بتاؤں گی تم کو......''

معاملے کی سنجیدگی کا اندازہ ہوتے ہی ساری بات صبیحہ کی سمجھ میں آ گئی۔ اسے بے حد دکھ ہوا۔

''سنوں گی......آپ بولو......''

''مگر رو کر نہیں......''

''ٹھیک ہے آنٹی......''

اس کا دل رو کر کچھ ہلکا ہو گیا تھا۔ اس کے ناک سکیڑنے کی آواز آئی۔

''تمہاری سہیلیاں ٹھیک کہتی ہیں......تم نے واقعی اسے سر چڑھا دیا ہے......تمہاری ابھی عمر دیکھو کتنی چھوٹی سی ہے......اپنا سارا پیار تم نے اسے دے دیا...... ہے نا؟''

صبیحہ نے اسی کے انداز میں بات شروع کی۔

''ہاں جی......''

''تم نے اسے اس کی نظروں میں Important بنا دیا......وہ خود کو تم سے بڑھ کر سمجھنے لگا ہے......جب کہ سب انسان برابر ہیں......اور پیار تو ہے ہی برابر کے احترام اور عزت کا نام۔ ابھی تو بٹیا تمہیں زندگی میں کتنے کام کرنے ہیں...... ہیں نا......''

صبیحہ نے 'کتنے' کو کھینچ کر کہا۔

''کرنے تو ہیں......''

''ٹھیک ہے نا......دیکھو انسان ہمیشہ غلطیاں کرتا آیا ہے...... ہے نا......تو admit کرلو......کہ تم سے بھی ایک غلطی ہوگئی۔ بچپنے میں تم نے ایک غلط انسان سے دوستی کرلی......باقی زندگی کو تو جہنم نہ بناؤ...... کہہ دو اپنی friends سے......اپنے parents سے کہ تم سے غلطی ہوگئی ایک ......والدین تمہارے اتنے قصور معاف کرتے آئے ہیں۔ وہ یہ بات بھی بھول جائیں گے۔ انہیں پتہ تو چل گیا ہوگا کہ تم لوگوں میں کچھ گڑ بڑ چلی رہی ہے۔ تم اداس رہتی ہو......ان سے تو کچھ چھپا نہیں ہوتا......ہے نا بیٹا......''

''ہاں جی......''

''خوش ہو جائیں گے کہ اب تم اور غم زدہ نہیں رہوگی......کم سے کم آگے کی زندگی تو سنور جائے گی نا......''

''جی آنٹی......مگر......''

''مگر کیا......تم سوچو نا بٹیا......''

''میں جب سوچتی ہوں کہ عمران میرا ساتھ نہیں دے گا تو میری جان سی نکلتی ہے......زندگی میں کچھ meaning ہی نظر نہیں آتا مجھے......''

چاندنی کی آواز میں تھکن اور یاسیت تھی۔

''آپ نہیں جانتی آنٹی......میں کتنا پیار کرتی ہوں اس سے......اگر خدانخواستہ مجھے اپنی ایک kidney اسے دینی پڑے تو دوسری بار نہیں سوچوں گی......''

''آج تک جب بھی جھگڑا ہوا تو پہلے کون فون کرتا تھا۔''

صبیحہ کو کسی سہیلی کی طرح وہ بے تکلفی سے اپنی باتیں بتاتی گئی تو صبیحہ نے بھی اچھا سامع ہونے کا ثبوت دیا کہ وہ سمجھ گئی کہ چاندنی کو کسی باقاعدہ سمجھانے والے کی......باقاعدہ counselling کی ضرورت ہے۔

''میں ہی مناتی ہوں اسے......ہمیشہ......سوچتی ہوں 12th میں ہے......کچھ مہینے بعد چلا جائے گا اسکول چھوڑ کر......پھر کہاں ہوگا......کب دیکھوں جانے۔''

اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

''اگر قصور اس کا ہو......تو بھی تم ہی مناتی ہو؟......''

''ہاں جی......جھٹ سے فون کرتی ہوں......کہ لمبا نہ کھنچ جائے......''

''مماں آ گئی آنٹی......''

اس نے جلدی سے سرگوشی میں کہا۔

''اچھا میناکشی......میں بعد میں فون کروں گی......''

وہ اونچی آواز میں بشاشت سے بولی اور فون رکھ دیا۔ کتنا کچھ سیکھ لیا تھا اس نے۔ کتنا کچھ سکھا دیا تھا وقت نے اسے۔ کتنا بالغ کر دیا تھا اس کی سوچ کو محبت نے۔ اور کتنا تنہا اور غمزدہ بھی۔

صبیحہ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی جو اس دن سارا وقت وہ چاندنی کے بارے میں سوچتی رہی۔ اسے بار بار اس کی مغموم آواز اس کا والہانہ انداز یاد آ کر اداس کرتا رہا۔

پچھلے سال ایک بار جب صبیحہ کسی کام سے اسکول گئی تھی تو لوٹتے وقت اس نے لمبی سی راہ داری میں کئی لڑکے لڑکیوں میں چاندنی اور عمران کو بھی دیکھا تھا۔ صبیحہ زینہ اتر رہی تھی تو چاندنی کی اس پر نظر پڑ گئی تھی اور اس نے عمران سے کہا تھا۔ پھر ذرا احتیاط سی ہو کر مسکرائی تھی اور عمران کو دیکھ رہی تھی۔ صبیحہ نے سیاہ چشمہ پہن رکھا تھا۔ اس نے بالکل ظاہر نہ ہونے دیا کہ اس نے بھی ان لوگوں کو دیکھا تھا۔ مگر چشمے کی اوٹ سے وہ وہاں سے گذرتے وقت ان ہی کو بلکہ صرف چاندنی کو دیکھ رہی تھی۔ صبیحہ خاصی تعلیم یافتہ تھی اور نفسیات اس کا محبوب مضمون رہا تھا۔ اس دن بھی چاندنی کے تاثرات دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گئی تھی کہ اسے دیکھ کر چاندنی کے چہرے پر جو تاثرات ابھرے تھے وہ فطری تو تھے مگر جس طرح وہ عمران کو دیکھ رہی تھی وہ بالکل ایسا تھا جیسے وہ اپنے ٹھٹھکنے اور مسکرانے کے تئیں عمران کا ردعمل جاننا چاہتی ہو کہ اس کے معصوم سے چہرے پر خوشامدانہ مسکراہٹ تھی۔ آنکھوں میں تعمیل پر آمادہ محکومیت کی جھلک تھی۔ وہ نیم سہمی سی پاؤں آگے پیچھے رکھتی ہوئی کھڑی تھی۔ پورے وجود سے خوداعتمادی کی ہر وہ جھلک غائب تھی جو صبیحہ نے پہلی بار اس میں وائس پرنسپل کا سامنا کرتے ہوئے دیکھی تھی۔ اس کی صحت بھی گری ہوئی سی معلوم ہو رہی تھی۔

جب سے صبیحہ کو اکثر یہ بات یاد آ جاتی۔

''مماں چلی گئیں......''

صبیحہ نے فون اٹھایا تو چاندنی کی آواز آئی۔

''آپ کو پتہ ہے آنٹی......گھر میں سمجھتے ہیں کہ سب ٹھیک ہے......میں خوش ہوں......انہیں کیا پتہ اتنی sincere ہو کر بھی میں کتنی دکھی ہوں......''

''اور پھر بھی......اس نے تمہاری قدر نہیں کی......اچھا یہ بتاؤ وہ سیما کیسی لڑکی ہے......''

''وہ......وہ tall ہے......اس کا skin بہت اچھا ہے......ایک بھی pimple نہیں ہے۔ عمران

کہتا تھا تیری آنکھوں میں گڈھے ہیں......"

اس کا جواب سن کر صبیحہ کے ہونٹوں پر اداس سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ......میرا مطلب تھا نیچر وغیرہ......مگر یہ بتاؤ کہ تم ڈائٹنگ تو نہیں کر رہیں نا......پچھلے برس دیکھا تو دور سے تمہیں......کمزور لگ رہی تھیں"

"کرتی تو تھی ڈائٹنگ......مگر اب کئی مہینوں سے نہیں کر رہی......عمران نے کہا تھا......موٹی ہو گئی ہو......"

"تو پھر تم نے......رو رو کر آنکھوں میں گڈھے بنا لئے......ہے نا؟"

"ہاں جی......اسی کے لیے روئی اور وہی مذاق اڑاتا ہے......"

اس کی آواز میں شکوہ ہی شکوہ تھا۔

"تو پھر بیٹیا......تم......اپنے آپ کو ایک ایسے آدمی کے لیے خراب کرو گی جس کو قدر ہی نہیں...... اتنی ننھی سی عمر میں اتنے اتنے دکھوں سے آشنا کرادیا تم کو ظالم نے......"

صبیحہ کے دل میں اپنے بیٹے کے لیے غصے کی لہر دوڑ گئی مگر اسے چاندنی کے تڑپتے دل کو کسی طرح سکون دینا تھا۔اور کیسے۔یہ اس نے سوچ لیا تھا۔

"تم جانتی ہو تم کتنی سندر ہو......کتنی پیاری ہو......"

"کہاں ہوں آنٹی اب میں......پہلے تھی......"

"تو کیا اب تم سندر ہونا بھی نہیں چاہتیں پہلے کی طرح......؟"

"اب دل ہی نہیں کرتا ......مجھ سے کچھ کرنے کی will power جیسے کہ چھن ہی گئی ہے......میرے میں آنٹی Confidence ہی نہیں ہے نا......"

اس نے جیسے کہ تھک کر کہا۔

"کس نے کہہ دیا......؟"

"عمران ہی کہتا ہے......"

"تم میں......؟Confidence نہیں ہے؟will power نہیں ہے؟......بدھو لڑکی ......یہ میں مان ہی نہیں سکتی......میں نے تو تم جیسی ......strong لڑکی دیکھی ہی نہیں آج تک......ایک طرف تم تھیں......ایک طرف سارا Staff......تمہارے Parents......اور ہم......سب سے اکیلے مقابلہ نہیں کیا تھا......نہیں......؟"

صبیحہ نے آواز میں مضبوطی پیدا کی۔

''ہاں جی......آنٹی......''

وہ دھیرے سے بولی۔

''ایک طرف اتنی بڑی دنیا تھی اور ایک طرف میری یہ ننھی سی ہرنی......ہرنی سی آنکھوں والی......''

اس کا چھوٹا سا قہقہہ سنائی دیا۔

''جانتی ہو ننھی سی ہرنی کو کیا کہتے ہیں......''

''کیا کہتے ہیں......؟''

''اسے غزالہ کہتے ہیں......جس کی بہت پیاری آنکھیں ہوں......تمہاری جیسی......''

''اور وہ میں ہوں......''

اس نے میں پر زور دیا اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

صبیحہ کی آنکھوں میں جانے کب سے آنسو بھرے تھے۔وہ ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

''میری نادان سی بھولی سی بچی......''

صبیحہ نے آواز کی یاسیت کو قابو میں کرلیا۔

''کیا تم نہیں چاہتیں کہ وہ پہلے سی مضبوط چاندنی......وہ پہلے سی خوبصورت......اسکول کی سب لڑکیوں سے خوبصورت چاندنی......وہ پہلے سی confident چاندنی......پھر لوٹ آئے......؟''

''ہاں جی......چاہتی ہوں......''

اس نے دھیرے سے کہا۔

''تو پھر بیٹیا......اپنے بارے میں سوچنا......اس سے زیادہ خود اپنے آپ سے محبت کرو......رونا چھوڑ دو گی تو پہلے کی طرح سندر ہو جاؤ گی......تمہارا skin بھی اچھا ہو جائے گا۔تمہاری ہر بات سے confidence چھلکے گا۔اور ٹھیک سے کھایا کر......نیند آنے لگے تو اس کے بارے میں سوچ سوچ کر نیند اڑاؤ گی نہیں بلکہ اپنے بارے میں بہتر سوچ کر......اپنے آپ کو اور اچھا بنانے کے طریقوں پر غور کرتی ہوئی deep breathing کرتی رہو گی۔دیکھنا کیسی میٹھی نیند آئے گی تم کو۔گہری گہری سانسیں لیتی اپنے career کے بارے میں سوچتی ہوئی......کہ زندگی میں کیا بننا ہے......اچھی اچھی positive باتیں اپنے بارے میں decide کرتی سو جانا۔''

"ہاں جی......"

"ابھی تو تمہاری عمر کھیلنے کھانے کی ہے......پھر اپنا future بنانے کی ......پھر کہیں settle ہونے کی باری آتی ہے...... ہے نااس میں بھی کئی سال ہیں......"

"ہاں جی ......اب میں ایسا ہی کروں گی......کل نا......سونے سے پہلے الماری سے کپڑے نکالنے لگی تو اس کی دی ہوئی ساری چیزیں......رو پڑی تھی میں......"

"تم نے بیٹا اتنے برسوں اس کی دی ہر چیز سنبھال کر رکھی ہے نا......"

"ہاں جی...... ہر چیز الماری میں سجا کر......"

"اب تم ان سب کو ایک بیگ میں ڈال کر اور اچھی طرح سنبھال لو......پھر وہ......وہ بیگ......ہاں......اپنے Bed کے Box میں ڈال دو......بس یہ سوچ کر کہ فی الحال پیارڈبے میں بند کر کے میں اپنے بارے میں سوچوں گی......"

"پیارڈبے میں بند کر دوں گی......"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"کیوں کرو گی......"

"تا کہ مجھے اس کی یاد میں رونا نہ آئے......اور میں اپنے لیے......اپنے لیے کچھ سوچ سکوں......"

"شاباش......دیکھو......جس ماں باپ نے تمہارے لیے اتنا کیا ہے......کیا یہ ان کا حق نہیں کہ ان کی بیٹی کسی لائق ہو جائے......ان کے اس خون کو جو تمہاری نسوں میں دوڑ رہا ہے کسی دوسرے کے لیے آنسو بنا کر نہ بہائے بلکہ کچھ کر کے دکھائے......کچھ بن کر دکھائے......"

"ہاں جی آنٹی......میں خوب پڑھوں گی تو مماں پاپا بہت خوش ہوں گے......"

"بالکل میری اچھی بٹیا......اور ادھر ادھر کے خیالات کو disturbing خیالات کو بالکل من میں جگہ نہ دو گی......"

"ہاں ایسا کچھ نہیں سوچوں گی......"

اس نے مضبوطی کا مظاہرہ کیا۔

"اور......کیا تم نے نہیں سنا کہ Its better to be loved than to love"

"جی......سنا ہے......"

"تو پھر سمجھنے کی کوشش نہیں کی......آج اس پر بھی سوچنا......کہتے ہیں اگر تم کسی کو چاہتے ہو تو اس کا

پیچھا مت کرو......اگر وہ تمہارا ہے تو تمہارے پاس لوٹ آئے گا......اگر نہیں آتا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کبھی تمہارا تھا ہی نہیں...... ہے نا......ہیلو......''

''ہاں جی آنٹی......میں......آپ کی بات پر Concentrate کر رہی ہوں......ایسا کہتے ہیں کیا......؟''

''ہاں ...... ہے ناپتے کی بات......تو بس پھر خود پر دھیان دو......خود کو بناؤ کچھ بن کر دکھاؤ......اس کی نسبت خود کو اہمیت دو گی تو خوش رہنا آسان ہو جائے گا......کوئی بہت اچھی پوزیشن حاصل کر لو......اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ......''

''جی ہاں......''

''تو اب تم ان باتوں پر عمل کرنا......پھر ایک عمران تو کیا ایسے دس عمران تمہارے آگے پیچھے ناک رگڑیں گے......اور نہ بھی رگڑیں تو کیا فرق پڑتا ہے......''

وہ چھوٹا سا قہقہہ لگا کر ہنسی۔

''تو بس میری بٹیا......اب تم کیا کرو گی......''

''میں اچھے سے exams کی تیاری کروں گی......اپنے کیریئر پر Concentrate کروں گی......اپنی Health اور beauty کا خیال رکھوں گی اور خود کو اچھا بناؤں گی......''

''شاباش......good girl......اپنے آپ کو بالکل پہلے جیسی پیاری اور پہلے سے بھی قابل لڑکی بنا کر دکھاؤ گی......کچھ کر دکھاؤ گی تو سب لوگ تمہارا نام فخر سے لیں گے......تمہیں کس میں دلچسپی ہے......؟''

''مجھے Fashion Designing میں......Jewellary Designing میں بھی...... مجھے آرٹ فائل میں ہمیشہ good اور excellent ملا ہے......''

''تو بس بٹیا......تم تو بہت اچھا job بھی کر سکتی ہو......اور self employment بھی...... good ملا ہے کیا مطلب......اب نہیں ملتا......''

''اب میں نے دل لگا کر پڑھا ہی نہیں بہت دن سے......''

''مگر اب تو پڑھو گی نا تم......تم فن کار ہو......تم ہر situation میں سے positive aspect ڈھونڈ سکتی ہو۔......ذرا سی کوشش کرنا ہے......ایک ہی تو زندگی ملتی ہے انسان کو......ایک ہی تو موقع ملتا ہے خود کو Prove کرنے کا...... ہے نا......''

''ہاں جی آنٹی......میں فیشن ڈیزائننگ میں ڈپلومہ کر کے اپنا boutique کھولوں گی......میں

نے یہی سوچا تھا......اس کے لیے باہر جاؤں گی......''

''یہاں بھی تو ہوسکتا ہے......دور کیوں جاؤ گی اپنے parents سے......ڈگری کہیں کی بھی ہو......یہ success تمہاری creativity پر depend کرتی ہے......تمہاری اپنی محنت پر...... ہے نا......''

''یہاں رہوں گی تو مجھے عمران کی یاد آتی رہے گی......کچھ نہیں کر پاؤں گی......اس ماحول سے دور جا کر کچھ کروں گی کچھ بنوں گی تو پھر عمران میرے پاس لوٹ آئے گا......''

اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا اور ایک لمبی سانس لی۔

''ہے نا آنٹی......؟''

''ہاں بیٹا......''

صبیحہ نے ہاری ہوئی اداس آواز میں کہا۔